# مکالمہ

# رضوی و گوجروی

اس کتابچہ میں مشہور شیعہ مبلغ مولوی اسمٰعیل گوجروی
وحضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر "رضوان" کے
درمیان ایمان صحابہ وعدالت صحابہ کے عنوان پر دلچسپ
مباحثہ کی روئداد درج ہے۔ اور ان تمام آیات قرآنیہ کا
صحیح مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں گوجروی جی نے صحابہ
کے خلاف پیش کیا تھا۔

ناشر

مکتبہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور

(مطبوعہ:- کوآپریٹو پریس لاہور)

قیمت: ۱۰ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# منظر اولین

دسمبر ۱۹۵۶ء میں "رضوان" کا صحابہ نمبر شائع ہوا تھا۔ اس نمبر میں آیات قرآنیہ اور مذہب شیعہ کی معتبر مذہبی کتب کے حوالوں کی روشنی میں صحابہ کرام کے فضائل و مناقب اور ان کے کامل الایمان مخلص مسلمان ہونے پر زبردست دلائل دیئے گئے تھے۔ جب یہ نمبر شائع ہوا تو دنیائے شیعیت میں زلزلہ آ گیا۔ اور شعبہ دار التبلیغ گوجرہ کے صدر مولوی اسمٰعیل گوجروی نے صحابہ نمبر پر تبصرہ شروع کر دیا۔ اور حضرت مدیر اعلیٰ رضوان کو جواب کے لیے للکارا۔ چنانچہ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر اعلیٰ رضوان نے مولوی اسمٰعیل گوجروی کے ایک ایک اعتراض کا دندان شکن جواب دیا ذیل کا کتابچہ اسی مکالمہ کی روداد ہے۔ جو ادارہ رضوان قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ قارئین محترم تعصب سے علیحدہ ہو کر اس کو پڑھیں گے۔ اور اگر حق نظر آئے تو اس کو قبول فرما کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔

(ادارہ رضوان)

---

**ضروری نوٹ:** (۱) مکالمہ رضوی و گوجروی (۲) بیعت رضوان (۳) اسرار مذہب شیعہ کتابچوں میں جن شیعی اخبارات کے مضمون ہیں وہ تمام اخبارات دفتر "رضوان" میں موجود ہیں۔ رضاکار لاہور صداقت گوجرہ سے اصل عبارت اگر کوئی صاحب دیکھنا چاہیں تو دفتر میں تشریف لا کر دیکھ سکتے ہیں۔

ادارہ

# تمہید

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

یادش بخیر اخبار "صداقت" گوجرہ کے سرپرست اور مذہب شیعہ کے نوزائیدہ مبلغ مولوی اسمٰعیل گوجروی نے "رضوان صحابہ نمبر" پر خامہ فرسائی کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ اور ہمیں للکارا ہے۔ کہ ہم جواب میں قلم اٹھائیں۔ اس بات کی تو بہت خوشی ہے کہ اگر فریقین متانت و تہذیب، انصاف و دیانت کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث کریں تو عوام کو حق و باطل میں فرق کرنے کا ایک نفیس موقع مل جائے گا۔ لیکن افسوس اس کا ہے۔ کہ جب ہمارا اشہبِ قلم میدان میں آجاتا ہے تو پھر حضرات شیعہ حکومت اور پریس برانچ سے فریاد کرنا شروع کردیتے ہیں۔

شیعہ اخبار و جرائد کی یہ روش بڑی عجیب و غریب ہے کہ خود بحث شروع کرتے ہیں۔ خود ہی دعوت مناظرہ دیتے ہیں اور اپنے اخبار و رسائل میں دل آزار مضامین شائع کرتے ہیں اور جب کوئی سنی جریدہ اس کا نوٹس لیتا ہے تو پھر محکمہ پریس برانچ سے مدد مانگنے لگ جاتے ہیں چنانچہ:

رضوان صحابہ نمبر کے متعلق شیعہ جرائد نے کافی شور مچایا رضاکار لاہور نے تو یہاں تک لکھا:

"یہ سب فرمانرواؤں کی نرم پالیسی کا نتیجہ ہے۔ کہ رضوان کو تمام حدود و قیود سے بے نیاز ہو کر پیہم اور مسلسل فتنہ آرائی کے مواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں۔"

(رضاکار ص ۳ ۱۶ دسمبر)

اب ان سے کوئی پوچھے کہ آپ صحابہ کرام کو گالیاں دیں تبرا بکیں حتیٰ کہ صحابہ کو احترام کی نظر سے دیکھنے والوں کو عقل کا اندھا کہیں اور یہ دل آزار

اشتعال انگیز کلمات لکھیں کہ

> "قرآن کی بے شمار آیات اور حضور کی بے شمار احادیث کے ہوتے ہوئے کون عقل کا اندھا ہے جو صحابہ کو واجب الاحترام اور قابل تقلید مان کر اپنی عاقبت کو خراب کرتا رہے۔ جن کا دنیا پرست۔ نفس پرور۔ بلا استحقاق صاحب فضیلت بننا قرآن و حدیث سے ظاہر ہے" (اخبار صداقت گوجرہ ۵ر جنوری ۵۷، ص ۱۰)

تو آپ کے ان کلماتِ خبیثہ سے نہ کسی کی دلآزاری ہو اور نہ اشتعال پھیلے لیکن رضوان کے صحابہ نمبر سے پوری دنیائے شیعیت کے دل مجروح ہو جائیں اور رضاکار، الحسن۔ در نجف و غیرہ شیعہ جرائد رضوان کے خلاف محکمہ پریس برانچ سے تادیبی کاروائی کرنے کی استدعا کریں۔ آخر یہ کیا دیانت ہے۔

# مجلس اوّل

بہرحال! گوجروی صاحب نے تمہید میں چند باتیں بڑی مزے کی لکھی ہیں۔ لکھتے ہیں!

"رضوان صحابہ نمبر نظر سے گزرا۔ احباب نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی معاصر رضاکار نے بھی اس کے بے جا اعتراضات کی فہرس شائع کی اور اس کے پرچے بھی برائے فروخت گوجرہ میں بریلوی پارٹی لائی"

اخبار صداقت ص۳ ۵ جنوری ۵۷ء

تو کیا جناب کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ گوجرہ میں صحابہ نمبر **رضوان** کی اشاعت کیوں ہوئی؟ اگر یہ بات بھی آپ کے نزدیک قابل اعتراض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم جو دین اور مذہب رکھتے ہیں ہمیں اس کی تبلیغ و اشاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ **بلغوا عنی و لو آیۃ** حضور کا ارشاد ہے۔ اور **بلغ ما انزل** ...... الخ قرآن کا فرمان ہے۔ اس لئے ہم اپنے مذہبی لٹریچر کی اشاعت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں دین کو چھپانے اور دین کے ماخذ اصلی کو غار میں ساتھ لے کر چھپ جانے کا عقیدہ نہیں ہے۔ اب یہ تو اپنا اپنا مذہب ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دین کی تبلیغ کی جائے اور آپ کا مسلک و عقیدہ یہ ہے جو اصول کافی ص۴۸۵ پر مسطور ہے۔

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شیعو تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس دین کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا"

چھپاؤ گے حق کو تو عزت ملے گی
جو ظاہر کرو گے تو ذلت ملے گی
کبھی امر حق کو زبان پر نہ لانا
جو حق پوچھے کوئی تو ناحق بتانا"

لہٰذا جناب کا یہ شکوہ کرنا کہ گوجرہ میں رضوان کی اشاعت کیوں ہوئی یہ شکوہ بے جا ہے۔

گوجروی صاحب کہتے ہیں

"خیال تھا کہ نامعلوم کیسے حقائق و دقائق کے دریا بہائے ہوں گے۔ ...... مگر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہی پرانا آموختہ بلاتحقیق دے دیا گیا ہے"

(صداقت ص۸ ۵ جنوری ۵۷)

**رضوان :** اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ صحابہ نمبر کی اشاعت سے پوری دنیائے شیعیت میں زلزلہ آگیا ہے۔ شیعی اخبار و رسائل محکمہ پریس برانچ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ رضوان کو ضبط کر لیا جائے اور اس کے ایڈیٹر کو پھانسی دے دی جائے کیونکہ صحابہ نمبر میں وہی پرانا آموختہ بلاتحقیق دے دیا گیا تھا۔

**گوجروی :** "ارباب رضوان کی پرانی عادت ہے کہ دوسرے پر کیچڑ اچھال تو جانتے ہیں مگر طہارت خود کرنے کا طریقہ یاد نہیں یا سلیقہ نہیں"

(صداقت تاریخ مذکور)

**رضوان :** اس کے جواب میں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نوجوانان شیعہ اپنے مبلغ کے یہ مہذب جملے اپنی نوٹ بک میں لکھ لیں تاکہ جب کبھی کوئی صاحب شیعہ مبلغین کی سوانح لکھنا چاہیں تو مبلغ گوجروی

کے یہ تہذیب جملے بھی اس میں آجائیں اور اسی طرح آئندہ نسل بھی مبلغین شیعہ کی متانت و تہذیب سے واقف ہو جائے۔

**گوجرومی:** ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ رضوان آج تک ہمارے وارد شدہ اعتراضات کا جواب نہیں دے سکا...... اور ہم اتمام حجت کے طور پر ان کی ہر چیز کا جواب عرض کرتے رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے تاکہ عوام دھوکا نہ کھائیں۔

(صداقت تاریخ مذکور)

**رضوان:** گزارش یہ ہے کہ جہاں تک جواب کا تعلق ہے تو رضوان کے قارئین جانتے ہیں کہ بفضلہ تعالیٰ رضوان کبھی لاجواب نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ البتہ اگر اس کے متعلق آپ مدیر رضاکار سے استفسار کریں تو آپ کی مزید تسلی کا موجب ہوگا۔ اکتوبر ۵۵ء میں لف حریر کے مسئلہ پر بحث چل پڑی تھی۔ شیعہ اخباروں میں رضاکار۔ اسد۔ شیعہ لاہور۔ نور کراچی نہ صرف بلکہ الواعظ لکھنؤ اور الجواد بنارس گویا پاک و ہند کے متعدد شیعہ اخبار و رسائل ایک طرف تھے اور رضوان ایک طرف تھا۔ اور بفضلہ تعالیٰ رضوان ان سب کی تحریرات کا جواب دے رہا تھا۔ اور پھر اس کے بعد میں مرزا احمد علی صاحب ایک غیر معروف ذکی جعفر علی کے پردہ میں ٹریکٹ لکھ رہے تھے اور رضوان انکی بھی مدافعت کر رہا تھا۔ مرزا احمد علی صاحب نے جو دو ٹریکٹ* "مدیر رضوان سے دو باتیں" اور "اصلاح المعتدین" لکھ کر شائع کیا تو ہم نے ان دونوں ٹریکٹوں کا جواب "اصلاح الملحدین" کے نام سے شائع کیا تھا جس کے شائع ہو جانے کے بعد وہ ایسے ٹھنڈے پڑے کہ اب تک سر نہیں اٹھا سکے۔

---

* ہر ٹریکٹ ۵ آنے کے ٹکٹ ڈاک بھیج کر دفتر رضوان لاہور سے منگوایا جا سکتا ہے۔

**گوجروی:** "رضوان کا کاروبار تجارتی ہے تحقیقی نہیں۔ نہ کوئی اصول ہے نہ قاعدہ۔ صرف رسائل کی فروخت مطلوب ہے۔"

(صداقت)

**رضوان:** گوجروی جی! آپ کے ان جملوں کو پڑھ کر کوئی کیا اندازہ کرے گا کہ آپ ہوش میں ہیں یا صحابہ نمبر نے آپ کو بے ہوش کر دیا ہے یہ فرمایئے کہ اگر رضوان کا کاروبار تجارتی ہے اور رسائل کی فروخت مطلوب ہے۔ تو آخر یہ کسی اصول و قاعدہ کے مطابق ہی ہوتی۔ اگر آپ کہیں۔ نہیں تو پھر جناب۔ یہ بتایئے کہ رضوان گوجرہ میں ۱۰۰ عدد کیسے فروخت ہو گئے؟ اور صرف مولانا صوفی غلام حسین صاحب نے مسجد نور گوجرہ میں ۶۰ عدد صحابہ نمبر کیسے نکال دیئے۔ کیا یہ بے اصولی کی علامت ہے؟

**گوجروی:** "لیجیے جناب! ارباب رضوان کا مقصد شیعہ کے خلاف نفرت پھیلانا ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کو نہیں مانتے۔ مگر مدیر رضوان نہ تعریف کر سکے نہ تقسیم صحابہ بتلا سکے۔ شیعہ سنی کا در باب صحابہ کس امر میں اختلاف ہے"

(صداقت)

**رضوان:** تو آپ شیعوں کے مبلغ اعظم ہو کر بھی ابھی تک اتنی سی بات بھی نہیں جانتے کہ در بارہ صحابہ شیعہ و سنی اختلاف کس بات میں ہے اور اگر ہم نے صحابہ نمبر میں بقول آپ کے اس نزاع کی حقیقت بیان نہیں کی تو آپ کو جواب میں قلم اٹھانے کی ضرورت کیوں پڑی۔؟ آپ کا جواب میں قلم اٹھانا تو اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کہ صحابہ نمبر سے آپ در بارہ صحابہ شیعہ و سنی نزاع کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور اب صرف ہمارے دلائل قاہرہ سے لاجواب ہو کر گلی بدلنا چاہتے ہیں

# کیا عدالت صحابہ قرآن سے ثابت ہے؟

بہر حال گوجروی جی لکھتے ہیں !

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے۔

[illegible] ۵ جنوری ۵۷ء

رضوان

اس موقع پر یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ مبلغ گوجروی صاحب نے عوام کو مغالطہ میں رکھنے کے لیے نہ یہ بتایا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک صحابی کس کو کہتے ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ اہل سنت کے ہاں عادل کا مفہوم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ دونوں باتیں خود ہی گوجروی صاحب بیان کر دیتے تو پھر جو اباتیں انہوں نے اس ضمن میں لکھی ہیں، ان کا مفہوم خودبخود واضح ہو جاتا اور پھر آگے چلنے کے لیے ان کا رستہ بند ہو جاتا۔ اس لیے ان دونوں باتوں کو ہم خود ہی بیان کر دیتے ہیں۔ قارئین کرام اور مخلص شیعہ حضرات ہمارے ان کلمات کو غور سے پڑھیں اور انصاف و دیانت سے غور فرمائیں۔

## اہل سنت و جماعت صحابی کی تعریف اور عدالت کا مفہوم

صحابی رسول اس کو کہتے ہیں جس نے عالم بیداری میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ کی ایمان کے ساتھ زیارت کی ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا۔ چنانچہ نخبۃ الفکر ص۸ پر ہے هُوَ مَنْ لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومناً بہ وَماتَ علی الاسلام

اس سے واضح ہوگیا۔

ا۔ جنھوں نے حضور کی زیارت کی مگر ایمان نہیں لائے۔

۲۔ یا ایمان پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۳۔ یا جو منافق تھے۔ ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کرتے تھے مگر باطن میں کافر تھے، وہ صحابی نہیں ہیں۔

# عَدَالتِ صَحَابَہ

ب۔ عدالت سے مراد وہی وصف عدالت مراد ہے جو روایت حدیث میں معتبر ہے۔ یعنی عدالت اس کیفیت راسخہ در نفس کا نام ہے جو ملازمت تقویٰ و استعمال مروۃ پر آدمی کو آمادہ رکھے۔ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابی رسول عادل ہیں۔ فاسق نہیں۔ فسق کا مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ اور اگر بمقتضاء بشریت ان سے کوئی قصور ہو جاتا تھا۔ تو اس پر نادم ہوتے تھے اور توبہ کر لیتے تھے کیونکہ فسق کے معنیٰ یہ ہیں کہ آدمی گناہ پر جم جائے نادم نہ ہو اور توبہ نہ کرے چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

ترجمہ: اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں (گناہ کریں) اور اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ

کون بخشے مگر سوا اللہ کے اور اپنے (گناہ) پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسے کے لئے ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں (جنت میں) ایسے کاموں کا (توبہ کرنے والوں کا) کیا اچھا اجر (ثواب) ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا جن سے بمقتضائے بشریت گناہ ہو جائے اور پھر وہ اس گناہ پر اصرار نہ کریں بلکہ نادم ہوں اور توبہ کر لیں تو اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے اور وہ مستحق جنت ہو جاتے ہیں چنانچہ جن کو اہل سنت صحابہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان کا یہی حال تھا۔ اول تو تقویٰ و دیانت ان کے اندر اس درجہ کا تھا کہ ان سے گناہ ہونا ہی نہ تھا۔ لیکن جن سے بمقتضائے بشریت کوئی قصور شرعی ہوتا تو وہ اس پر نادم ہوتے تھے اور توبہ کر لیتے تھے① جیسا کہ ابھی ہم قرآن سے ثابت کریں گے۔

ان دو باتوں کو ذہن میں رکھ کر اگر آپ دیانت داری سے غور فرمائیں گے تو یہ کھل جائے گا۔ کہ گوجروی جی نے جو آیات پیش کی ہیں بعض تو ان میں سے منافقین کے متعلق ہیں جن کا صحابہ کے گروہ سے تعلق ہی نہیں ہے اور بعض بالکل بے محل۔ جاہلوں پر رعب ڈالنے کے لئے لکھ دی ہیں۔ اور بعض آیات کے چند جملے لکھ دیئے ہیں اور باقی ہضم کر گئے ہیں تاکہ عوام کو دھوکا دیا جا سکے

## صحابہ کی عدالت کا قرآن سے ثبوت

: تمام صحابہ عادل ہیں

اس کے ثبوت میں متعدد آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ سردست ایک آیت اور ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وکذالک جعلنٰکم
امۃ وسطا لتکونوا
شہداء علی الناس ○

اس آیت میں وسط کے معنیٰ تمام شیعہ وسنی مفسرین نے عدل کے کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی (سنی) و تفسیر علی بن ابراہیم قمی (شیعہ) مطبوعہ ایران ص۳۳

کُمْ : ضمیر منصوب کا مصداق صحابہ ہیں یا کل افراد امت۔ بر تقدیر اول۔ اصل معنیٰ "جمعیت وشمول" کل صحابہ مراد ہونے کے مؤید ہیں۔ اس لئے کہ صیغۂ جمع کی اصل و منبع معنیٰ جمعیت کے لئے ہے۔ جس میں "شمول وعموم" ہوتا ہے۔ اب جو شخص عموم وشمول کا منکر ہے۔ وہ بلا دلیل خلافِ اصل کا مدعی ہے اور ایسا دعویٰ ہمیشہ مردود ہوتا ہے۔ لہٰذا کل صحابہ کا وسط وعدول ہونا ثابت ہوا ہے۔ بر تقدیر ثانی تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم عادل ہوگی۔ بجز ان افراد کے جن کے حق میں وجوہ طعن فی العدالۃ کسی نص یا مشاہدہ سے ثابت ہوں گے۔ اور ان کی یہ تخصیص بالدلیل ہوگی۔ اس لئے کہ نص شرعی اور مشاہدہ ہر دو "دلیل" ہیں۔ اگر صحابہ میں سے کسی کے حق میں وجوہ طعن کے ثبوت پر کوئی نص شرعی یا مشاہدہ موجود ہو تو پیش کرو۔ بارِ ثبوت تمہارے ذمہ ہے اس لئے کہ "سلامۃ عن الطعن" اصل ہے اور مطعون ہونا خلافِ اصل ہے۔

اصل کو دلیل کی حاجت نہیں ہوتی۔ ہمیشہ خلافِ اصل محتاج دلیل ہوتا ہے اور جب صحابہ کے حق میں کوئی دلیل وجوہ طعن فی العدالۃ

کے ثبوت میں تم پیش نہیں کر سکتے تو ان سب کا عادل ہونا کتاب اللہ سے ثابت ہو گیا۔

---

یاد رہے کہ آیۂ کریمہ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا۔ جس سے ہم نے استدلال کیا ہے۔ نص قطعی ہے اس کا معارضہ صرف دلیل قطعی سے ہو سکے گا یعنی مشاہدہ یا نص قطعی سے صحابہ کے حق میں "وجوہ طعن فی العدالۃ" کو ثابت کرنا پڑے گا۔ ظنیات سے الجھنا اس مقام پر خبط اتضاد ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں مشاہدہ بھی ناممکن اور نص قطعی بھی مفقود لہٰذا الصحابۃ کلہم عدول کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ ہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ مقتضائے بشریت کسی معصیت کا صدور عصمت کے منافی تو ضرور ہے مگر عدالت کے منافی ہرگز نہیں بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اس کی عفو و مغفرت بھی منصوص ہو۔

---

وَقالَ اللہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

اس آیت کریمہ میں "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کو "ایمان باللہ" پر اس لیے مقدم فرمایا کہ ایمان تو پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو خیر امم ہونے کی دلیل ہے امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصف خاص تھا۔ جو کسی امت میں اپنی پوری شان کے ساتھ نہیں پایا گیا۔ اس لیے امر و نہی کو اہتماماً لشانہما مقدم فرما دیا۔

"کنتم خیر امۃ" کا مصداق صرف آئمہ دین اور اہل بیت کو قرار دینا قطعاً خلاف اصل باطل اور تحکم محض ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ امر و نہی اذاعت و اشاعت دین کو مستلزم ہے اور بزعم شیعہ آئمہ اہل بیت کے مذہب میں دین کی اذاعت

واشاعت موجب ذلت ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

ملاحظہ فرمایئے:

قال ابو عبد اللہ یا سلیمان انکم علی
دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ
اذلہ اللہ          اصول کافی مطبوعہ ایران ص۲۰۶

ثابت ہوا کہ اس آیت میں شیعوں کے ائمہ یا اہل بیت مراد نہیں ہو سکتے۔ اب خواہ مومنین حاضرین فی عہد الرسالت مراد ہوں یا جمیع افراد امت — بہر تقدیر صحابہ ان میں شامل ہیں تاوقتیکہ مشاہدہ یا نص قطعی سے اسکا معارضہ نہ ہو۔

"ولا وجود لہا کما سبق آنفا۔"

لہذا کل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا "خیر امم" قرار پاکر عادل ہونا آیۃ کریمہ سے ثابت ہوا۔ کیونکہ خیر امم ہونے کا وصف عدالت سے اخص ہے یا اس کے مساوی — بہر تقدیر خیر امم ہونے کے ضمن میں یا اس کے واسطہ سے وصفِ عدالۃ سب سے پہلے صحابہ کے لئے ثابت ہوگا۔ کیونکہ وہ خیر امت کے اول مصداق ہیں۔

۲۔ اب لیجیے حدیث سے اس کا ثبوت — تو عیون الاخبار (شیعی) میں ہو

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم"

لفظ ایہم دال علی العموم ہے اور ظاہر ہے کہ غیر عادل مقتدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا علی العموم تمام صحابہ کا عادل ہونا سنت سے ثابت ہوا۔

غرض کہ کتاب وسنت واجماع امت سے تمام صحابہ کا عادل ہونا

ثابت ہوا۔ اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ گوجروی جی کا یہ مطالبہ بھی پورا کر دیا ہے۔ اب گوجروی صاحب کا یہ فرض ہے کہ جیسی دلیل (نص قطعی) سے ہم نے صحابہ کا عادل ہونا ثابت کیا ہے وہ ایسی دلیل قطعی سے تمام صحابہ کا غیر عادل ہونا ثابت کریں۔ کیونکہ نص قطعی کا معارضہ ظنیات سے کرنا اعلیٰ درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔

اب ہم تفصیلی جواب کی طرف آتے ہیں

**اہل سنت جنتی ہیں : لطیفہ**

ایک لطیفہ بھی سن لیجیے۔ گوجروی صاحب کہتے ہیں۔ اہل سنت وہ ہیں جو صحابہ کو عادل مانتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ جن کا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔ لیکن گوجروی صاحب کو حیرت ہو گی کہ جن اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کو خلافِ قرآن و حدیث کہہ رہے ہیں۔ ان کی شان یہ ہے۔ کہ جبرائیلؑ امین ستر ہزار ملائکہ کے ہمراہ یہ آ کر عرض کرتے ہیں کہ

وَلیسَ عَلیٰ مَن ماتَ عَلیٰ السنۃِ
وَالجماعَۃِ عذاب القبر وَلا شدۃ
یَومَ القیامَۃِ۔

جامع الاخبار (شیعہ) صہ ۲۳

**ترجمہ :** جو مذہب اہل سنت وجماعت پر مر جائے اس پر عذاب قبر بھی نہ ہو گا۔ اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے بھی وہ محفوظ رہے گا۔

**سنی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب :**

اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کے مذہب کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے باب الجماعت میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ

السلام نے فرمایا کہ جو شخص سنی امام کے پیچھے صف اول میں بطور تقیہ نماز پڑھے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔

گوجروی صاحب! دیکھئے سنیوں کی عظمت۔ اگر حوالہ غلط ثابت کر دیں تو ہزار روپیہ انعام کا اعلان ہے۔

## آیت منکم من یرید الدنیا سے گوجروی کا استدلال: اور اس کا جواب :

گوجروی صاحب نے تقسیم صحابہ کے عنوان سے سورہ آل عمران پ۴ کی یہ آیت لکھی ہے۔

منکم من یرید الدنیا و بعضے تم میں سے دنیا چاہتے اور بعضے
منکم من یرید الآخرہ" تم میں سے آخرت

یہ جنگ احد میں صحابہ کرام کو خطاب ہو رہا ہے۔

صداقت ۵ جنوری ۵۷ء

## غزوہ احد اور صحابہ رضوان :

اولاً گوجروی صاحب نے یہاں بات بہت مبہم رکھی ہے اور مبہم اس لئے رکھی ہے کہ اگر وہ اس کو کھول کر بیان کر دیتے اور آیت کے ایک ٹکڑے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ پوری آیت لکھ دیتے تو جنگ احد میں شریک ہونے والوں پر جو الزام وہ رکھنا چاہتے ہیں وہ خود بخود فنا ہو جاتا۔ قصہ دراصل یہ تھا کہ احد کی لڑائی میں حضور کے ہمراہ سات سو صحابہ تھے حضور نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ مصعب کو علم عنایت فرمایا۔ زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے حضرت حمزہ کو غیر زرہ

پرش فوج کی کمان دی گئی۔ احد پہاڑ کی پشت سے حملہ کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ عبد اللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے۔ اس دستہ کو حضور اکرم نے یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی۔ کہ

”گو لڑائی ختم ہو جائے تاہم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔“

مگر ہوا یہ کہ کافر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ تو بعض صحابہ غنیمت کا مال لوٹنے لگے۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک گئے۔ پھر کیا تھا۔ ان تیر اندازوں کا ہٹنا تھا کہ خالد نے موقع دیکھ کر عقب سے حملہ کر دیا۔ دونوں فوجیں باہم مل گئیں اور مصعب بن عمیر جو حضور سے صورت میں مشابہ اور علم بردار تھے وہ شہید ہو گئے۔ اور غل مچ گیا کہ آنحضرت نے شہادت پائی۔

خبر شہادت اور بعض صحابہ کا حضور کے مقرر کردہ مرکز سے ہٹ جانا۔ یہ وہ بات تھی۔ جس نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے۔ تمام بدحواسی پھیل گئی اس پر بھی جاں نثار برابر لڑتے جا رہے تھے۔ اور نگاہیں حضور کی متلاشی تھیں کہ حضرت کعب کی نظر حضور پر پڑ گئی۔ اور انہوں نے پکارا۔ مسلمانوں ! رسول اللہ یہ ہیں۔

یہ سن کر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے۔ کفار نے بھی اسی طرف ہجوم کر لیا۔ صحابہ نے حضور کو دائرہ میں لے لیا۔ متعدد صحابہ شہید ہوئے بالآخر حضور —— پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ جہاں دشمن نہ آ سکتے تھے۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا۔ فوج لے کر اوپر چڑھا۔ لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔

بخاری و تاریخ طبری صہ۲۱ ، صہ۱۴۱)

ابوسفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ یہاں محمدؐ ہیں؟ حضور نے حکم دیا۔ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کا نام لے کر پکارا۔ جب کچھ آواز نہ آئی تو پکار کر بولا سب مارے گئے۔ حضرت عمر سے ضبط نہ ہو سکا۔ بول اٹھے

"او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں۔

غرض کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھی جنکو حضور اکرمؐ نے ہدایت فرمائی تھی کہ اس درہ سے بالکل نہ ہٹنا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ کفار بھاگ نکلے ہیں تو وہ درہ سے ہٹ گئے۔ بعض کہتے تھے اس درہ سے نہیں ہٹنا چاہئے۔ اور بعض نے یہ کہا کہ اب جب کہ کفار بھاگ نکلے ہیں۔ تو مالِ غنیمت لینے میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ وہ مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو کہ چاہے فتح ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے نہ ہٹنا بھول گئے۔ مالِ غنیمت میں لگ گئے۔ یہ ہی ان کا قصور تھا۔ اور یہ ہی ان سے غلطی ہوئی۔ جس کے متعلق قرآن نے فرمایا۔

منکم من یرید الدنیا۔ تم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے۔ یعنی مرکز کو چھوڑ کر غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ومنکم من یرید الآخرۃ۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے ہدایت نبوی پر عمل کیا تو آیت میں ان صحابہ کا مالِ غنیمت کے حاصل کرنے کو دنیا سے موسوم کیا گیا ہے اور ان کی اس غلطی و لغزش کو بیان کیا گیا ہے۔

لیکن گوجروی صاحب نے۔ چالاکی یہ کی کہ آیت کا وہ ٹکڑا تو ذکر کردیا جس میں اس غلطی کا ذکر ہے لیکن اس ٹکڑے کو ہضم کر گئے جس میں اس غلطی کی معافی کا ذکر ہے۔ چنانچہ اسی آیت کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَلَقَدْ عَفَا عَنکُم وَاللہُ ذُو | اور بے شک اللہ نے (تمہاری اس |
| فَضْلٍ عَلَی المومنین | غلطی کو) معاف کردیا اور اللہ |
| | مومنین پر فضل کرتا ہے۔ |

غرض کہ پوری آیت سے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر معلوم ہو گئے۔

۱۔ جن صحابہ سے احد کے موقع پر لغزش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔ اب ظاہر ہے خدا کے معاف فرمادینے کے بعد جو شخص شرکاء احد پر اعتراض کرے۔ اس کا منکرِ قرآن ہونا واضح ہے۔

۲۔ عنکم کی ضمیر جمع کی ہے جو اس امر کی وضاحت کرہی ہے جنگ احد میں شریک جس صحابی نے بھی لغزش کھائی۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو سب کو اللہ نے معاف فرمادیا۔

۳۔ اور جب ان کی لغزش کی معافی ہو گئی۔ اور قرآن نے اس کا اعلان بھی کردیا۔ تو اب صحابہ کی تنقیص کرنا جیسا کہ گوجروی نے آیت کے ایک ٹکڑے کو لکھ کر اور دوسرے ٹکڑے کو ہضم کر کے کی ہے وہ بھی باطل ہو گئی۔ اور قرآن سے تمام شرکاء احد کا مومن مخلص ہونا ثابت ہو گیا۔

## ملا کاشانی کا فیصلہ!

ممکن ہے گوجروی صاحب ہماری مذکورہ بالا تفسیر کو غلط کہیں۔ اس لئے اس موقع پر ہم تفاسیر شیعہ کے حوالے پیش کرتے ہیں:

۱۔ شیعوں کے ملا فتح اللہ کاشانی خلاصۃ المنہج ص ۲۴۹ جز ۲

جلد اول میں منکم من یرید الدنیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"و آں طائفہ بودید کہ پائے از دائرہ فرمان رسول بیروں نہادہ — اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور کی مقرر کی ہوئی جگہ سے قدم باہر نکال دیا۔ اور غنیمت کے حصول میں مشغول ہو گئے۔

۲- ولقد عفا اللہ عنہم کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔

"بتحقیق کہ در گزرانیدہ خدائے تعالیٰ از ایشاں گناہ را بجہت توبہ — تحقیق اللہ نے درگزر فرمایا ان کے گناہ کو بجہت توبہ[۱]

یہی ملا فتح اللہ کاشانی شیعی بھی مان رہے ہیں کہ من یرید الدنیا سے وہ افراد مراد ہیں جنہوں نے حضور کی مقرر کردہ حد سے ہٹ کر مال غنیمت کی طرف توجہ کی۔ اور یہ کہ اللہ نے ان کی اس لغزش کو معاف فرما دیا۔ جب معافی ہو گئی تو اب اعتراض کی گنجائش ہی کیا رہی

**واضح ہو** اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں حضرات خلفائے ثلاثہ کو کھڑا کیا تھا۔ بلکہ اصلی واقعہ یہ تھا کہ حضور نے عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں چند صحابہ کو مقرر کر کے یہ ہدایت دی تھی۔ کہ فتح ہو جانے کی صورت میں بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا۔ لیکن جب مشرکین شکست خوردہ ہو کر بھاگ گئے، تو عبداللہ بن جبیر کے بعض ساتھیوں نے یہ سمجھا کہ مشرکین نے شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی ہے۔ اب ہمیں یہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو مال غنیمت حاصل کریں۔ چنانچہ طلب غنیمت میں انہوں نے حضور اکرم کی مقرر کردہ جگہ کو چھوڑ دیا۔ اور عبداللہ بن جبیر اور ان کے بعض ساتھی اپنے مرکز پر قائم رہے

---

[۱] دیکھو حیات القلوب و ترجمہ مقبول شیعی و تفسیر علی بن ابراہیم قمی شیعی ص۹۵

یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ جس سے واضح ہوا کہ منکم من یرید الدنیا سے حضرات خلفائے ثلاثہ مراد ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ حضور نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں اصحاب ثلاثہ کو بھی کھڑا کیا تھا۔ لہٰذا منکم من یرید الدنیا۔ میں طلب غنیمت کو دنیا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد بھی حضرت عبداللہ بن جبیر کے صرف وہ ساتھی ہیں۔ جنہوں نے مرکز چھوڑ دیا تھا۔ حضرات خلفائے ثلاثہ اس سے مراد ہی نہیں ہیں۔ اور اگر خادم اور ان کے استاد گوجروی جی تاریخ کے اس صحیح واقعہ سے انکار کر دیں، اور اصرار کریں کہ حضور کی مقرر کی ہوئی جگہ چھوڑنے والے اصحاب ثلاثہ ہی ہیں اور بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے۔ تو اس سے بھی اصحاب ثلاثہ پر کسی قسم کے طعن کا جواز نہیں بنتا۔ کیونکہ اسی آیت میں ولقد عفا عنکم کا لفظ بھی موجود ہے اور اللہ تعالیٰ حضور کی مقرر کی ہوئی جگہ سے ہٹنے والوں کو معافی کا پروانہ عطا فرما رہا ہے پھر اعتراض کی کیا گنجائش ؟

ثانیاً ۔۔۔ شیعہ سنی مفسر اس امر پر متفق ہیں۔ کہ آیۃ مبارکہ منکم من یرید الدنیا۔ سے وہ افراد مراد ہیں جو مرکز کو چھوڑ کر مال غنیمت کے حصول میں لگ گئے۔ یعنی دنیا سے مراد مال غنیمت ہے۔ اور اس پر تمام شیعہ و سنی کا اتفاق ہے کہ مال غنیمت حلال اور طیب مال ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً۔ ترجمہ: کھاؤ وہ چیز جو جنگ میں کفار سے حاصل ہو حلال و طیب ہے۔" لہٰذا جب مال غنیمت حلال و طیب ہے تو حلال و طیب رزق کو حاصل کرنا کوئی گناہ نہیں۔ لہٰذا غنیمت کی طلب کو صحابہ کی عدالت کے منافی قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ثالثاً ۔۔۔ طلب دنیا کو مطلقاً مذموم و ممنوع کہنا اور اس کو وجہ

عدالت کے منافی قرار دینا بدترین جہالت ہے۔ کیونکہ ازروئے قرآن وہی طلب دنیا ممنوع ہے۔ جو طمع نفسانی یا کسبِ حرام یا استغنا عن الاخرۃ کے ساتھ ہو اور جو اس کے بغیر ہو۔ مثلاً ضروریاتِ زندگی کے لئے رزق حلال طلب کرنا۔ یا اقامتِ عدل و ترحم علی الناس کی خاطر مال و دولت، ملک و سلطنت کا خواستگار ہونا کہ یہ بھی طلبِ دنیا ہے مگر بلا ریب جائز و درست ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ط یہاں فضل سے دنیوی رزق اور کاروبار مراد ہے۔ دیکھو ترجمہ مقبول شیعی۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ۔ دیکھیے حضرت یوسف علیہ السلام نے دنیاوی خزانوں پر اپنے تقرر کو طلب فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قرآن میں منقول ہے رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ ۔ مومنین کی دعا بھی قرآن میں موجود ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلافتِ دنیا کے طالب رہے۔ جیسا کہ کتب شیعہ میں مسطور ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت نے باغِ فدک طلب کیا جو مالِ دنیا ہی ہے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام بھی طالبِ دنیا رہے جیسا کہ فروع کافی جلد اول مطبوعہ ایران ص ۳۶۸ پہ محمد بن منکدر کہتے ہیں۔ کہ میں نے بازار میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی کو دیکھا تو اپنے دل میں کہا۔ شیخ من اشیاخ قریش فی ھٰذِہِ السَّاعَۃِ عَلٰی ھٰذِہِ الْحَالِ فِیْ طَلَبِ الدُّنْیَا (فروع کافی جلد اول مطبوعہ ایران ص ۳۶۸) جس سے ثابت ہوا۔ مقاصد صحیحہ اور ضروریاتِ زندگی کے لئے طلب دنیا جائز ہے۔ اور آیۂ مبارکہ منکم من یرید الدنیا میں جب

طلب و ارادہ دنیا کا ذکر ہے۔ وہ یہی طلب رزق حلال ہے تو پھر اعتراض کیسا! **رابعاً** — اور اگر گوجروی جی یہ کہیں کہ آیۃ منکم من یرید الدنیا میں تقابل ہے جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ دنیا کا ارادہ کرنے والے ارادہ آخرت سے عاری و محروم اور مطلقاً مستغنی عن الآخرۃ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعینہٖ اسی دلیل سے طالبین آخرۃ کا طلب دنیا سے عاری و محروم اور مطلقاً مستغنی عن الدنیا ہونا لازم آئے گا۔ جو قرآن حکیم کی روشنی میں قطعاً باطل ہے لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح طلب آخرۃ طلب دنیا کے منافی نہیں۔ اسی طرح طلب دنیا طلب آخرت کے منافی نہیں ہے۔ فافہم۔

قارئین کرام! ہم نے گوجروی جی کی پیش کردہ آیت کے ہر پہلو پر روشنی ڈال دی ہے اور ان شبہات کا بھی جواب دے دیا ہے جو گوجروی جی کے وہم و خیال میں بھی نہ تھے۔ بہرحال گوجروی جی آیت میں لفظ دنیا دیکھ کر جامہ سے باہر ہو رہے تھے۔ اور سمجھ رہے تھے کہ میدان مار لیا اور صحابہ کو معاذ اللہ منافق ثابت کر دیا۔ حالانکہ قرآن ہی سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ مقاصد صحیحہ کے لئے طلب دنیا مذموم و ممنوع نہیں ہے۔ لہذا اگر بعض صحابہ نے مال غنیمت جس کو قرآن نے دنیا سے موسوم کیا۔ اس کے حصول کی کوشش کی تو کوئی جرم نہ کیا۔ غلطی ان کی صرف یہ تھی۔ کہ عبد اللہ بن جبیر کے بعض ساتھی حضور اکرم کی مقرر کردہ حد سے ہٹ گئے تھے۔ مگر اس لغزش کو بھی اللہ نے اپنے فضل سے بخش دیا۔ اور عفا عنکم کا پروانہ عطا فرما دیا۔ اور ظاہر ہے کہ بخشش صرف مسلمان کی ہوتی ہے۔ لہذا اس آیت سے ان صحابہ کا مومن و مخلص مسلمان ہونا بھی ثابت ہو گیا جن سے لغزش ہوئی۔ اور جنہوں نے حضور کی مقرر فرمائی ہوئی جگہ کو چھوڑ دیا۔

**گوجروی:** اس کے بعد گوجروی جی نے "مؤمنین صحابہ و منافقین صحابہ" کا عنوان قائم کرکے یہ آیت لکھی ہے

وَمَا اَصَابَکُمْ یوم التقی الجمعٰن فباذن اللّٰہ و لیعلم المؤمنین ولیعلم الذین نافقوا۔

اور جو کچھ پہنچا تم کو اس دن کہ ملیں دو جماعتیں پس ساتھ اللہ کے حکم کے تاکہ ظاہر کرے ایمان والوں اور ظاہر کرے ان لوگوں کو جو منافق ہوئے۔

**رضوان:** گوجروی صاحب نے آیت لکھ دی اور وہ بھی پوری نہیں لکھی۔ پھر ترجمہ پر اکتفا کردیا۔ اور اس کی تفسیر نہیں لکھی۔ اگر وہ اپنا ما فی الضمیر کھول کر بیان کردیتے۔ تو بہت اچھا تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ صحابہ کے دو گروہ تھے۔ ایک مومن مخلص اور دوسرے منافق۔ لیکن یہ بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ صرف ترجمہ سے جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ تو صرف اس قدر ہے کہ جنگ اُحد نے یہ بتا دیا۔ اور بالکل ظاہر کر دیا۔ کہ منافق کون ہے اور مخلص مومن صحابی کون ہے۔ یہ کہاں ثابت ہوا کہ صحابہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک مومن دوسرا منافق۔

ثانیاً — اگر یہ مان لیا جائے کہ صحابہ ہی دو گروہ تھے۔ ایک منافق ایک مومن۔ تو پھر معافی کا اعلان کس کے لیے ہے۔ مومن کے لئے یا منافق کیلئے۔

ظاہر ہے کہ معافی کا اعلان مومن ہی کے لئے ہے۔ تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ میں منافق کوئی نہیں اور جن صحابہ سے احد کے موقع پر لغزش ہوئی انہیں کی معافی کا اعلان قرآن نے کیا ہے۔ چنانچہ دوسرے موقع پر صاف صاف اعلان ہے کہ:

| | |
|---|---|
| انّ الذین تولوا<br>منکم یوم التقی الجمعٰن انما<br>استزلهم الشیطٰن ببعض ما<br>کسبوا و لقد عفا الله عنهم | اور بے شک وہ تم میں سے پھر گئے<br>جس دن دونوں فوجیں (کفار اور صحابہ<br>کرام) ملیں انہیں (یعنی ان صحابہ کو جو<br>حضور۔ کی مقرر کردہ جگہ سے ہٹ گئے)<br>شیطان نے لغزش دی۔ ان کے<br>بعض اعمال کے باعث (یعنی وہ مرکز<br>سے ہٹ کر مالِ غنیمت میں مشغول ہوئے)<br>اور بے شک اللہ نے ان سب کو<br>معاف فرما دیا۔ |

نوٹ : یہ ترجمہ شیعہ تفسیر خلاصۃ المنہج کے مطابق ہے۔

غور کیجیے۔ یہ معافی ان صحابہ کی ہو رہی ہے جن سے معرکہ احد میں لغزش ہوئی۔ جس سے واضح ہوا کہ یہ سات سو صحابی جو جنگ احد میں شریک ہوئے وہ منافق نہ تھے۔ بلکہ مومن تھے۔ اور ان میں سے جس کسی سے لغزش ہوئی اُس کو معاف کر دیا گیا۔

اب جو آیت گرجدوی صاحب نے پیش کی ہے۔ اور پوری نہیں لکھی ہے۔ بلکہ خیانت سے کام لیا ہے۔ تاکہ حرام کو دھوکا دیا جا سکے وہ پوری آیت یہ ہے اور اس کی تفسیر بھی ہم شیعہ مذہب کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج ہی سے پیش کر دیتے ہیں تاکہ فیصلہ ہی ہو جائے۔

| | |
|---|---|
| وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن<br>فباذن الله ولیعلم المومنین و<br>لیعلموا الذین نافقوا وقیل لهم | اور وہ مصیبت جو تم پر آئی جس دن<br>دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ کے<br>حکم سے تھی اور اس لئے کہ پہچان لائے |

تَعَالَوْ قَاتِلُوْا فی سبیل اللہ
وادفعوُا قالوا لو نعلمُ قتالاً لا
تبعنکم۔ الخ

ان کی جو مومن ہیں اور ان کی جو منافق ہوئے۔
اور ان سے کہا گیا۔ کہ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ۔ بولے اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے

یہ ہے اس آیت کا لفظی ترجمہ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب جنگ احد کے لیے تیاری ہوئی اور جنگ کے لیے بلایا گیا تو اس سے منافق اور مومن بالکل واضح طور پر جدا جدا ہو گئے۔ چنانچہ جس وقت حضور اکرم نے اس جنگ کے لیے مشورہ لیا تو اس مشورہ میں صحابہ بھی شریک ہوئے اور عبداللہ ابن ابی سلول منافق سے بھی مشورہ لیا گیا۔ قریش بدھ کے روز مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ احد پر پڑاؤ ڈالا۔ حضور اکرم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار افراد کے ساتھ شہر سے نکلے۔ ان میں سات سو صحابہ کرام تھے۔ اور تین سو آدمی عبداللہ بن سلول منافق کے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن سلول منافق اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ حضور نے میری رائے نہ مانی۔ اب حضور کے ساتھ صرف سات سو صحابہ ہی باقی رہ گئے۔ چنانچہ اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ کہ اس جنگ نے صحابہ کو اور منافقین کو بالکل واضح طور پر الگ کر دیا۔ جو مخلص مسلمان تھے۔ وہ جنگ احد میں شریک ہو گئے اور جو منافق تھے وہ جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی علیحدہ ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ آیت میں تو اس امر کا بیان ہے کہ جنگ احد کی وجہ سے مومن (صحابہ) علیحدہ ہو گئے۔ اور منافق علیحدہ ہو گئے۔ منافق اور مومن دونوں بالکل ظاہر ہو گئے یہ نہیں کہ صحابہ کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک مومن مخلص اور دوسرے وہ جو منافق

ہو گئے۔

چنانچہ ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ نے بھی اوپر جو مفہوم آیت ہم نے بیان کیا ہے۔ من و عن اس کی تائید کی ہے۔

وَلِیَعْلَمَ الَّذِینَ نَافَقُوا وَ بجهت ۔ آنکہ بداند آنانرا کہ منافقند یعنی نفاق ایشانرا ظاہر سازد بر عالمیان ۔

ترجمہ :۔ (تاکہ پہچان کرائے ایمان والوں کی) یعنی جنگ اُحد کی وجہ سے ساری دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ منافق کون ہیں۔

اس کے بعد وَ قِیلَ لَهُمْ تَعَالَوْا ۔ الخ ۔ اور ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

اس کی تفسیر ملا کاشانی شیعی لکھتے ہیں :

" و گفتہ شد مر اہل نفاق را کہ بیایید و از حرب گمر دیدہ این قول عبد اللہ بن عمر انصاری بود کہ فتنے کہ ابن ابیؓ باسہ صد تن از اہل نفاق برگشتند "

کہ اہل نفاق سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو۔ لیکن وہ لڑائی سے باز رہے۔ منافقوں سے یہ بات عبد اللہ بن عمر انصاری نے اس وقت کہی تھی جب کہ ابن ابی منافق تین سو افراد منافقین کے ساتھ واپس ہو گیا تھا۔

گوجروی جی ! اب تو آپ کی تسلی ہو گئی۔ یہ آپ کے ملا کاشانی ہیں۔ جو اعتراف کر رہے ہیں کہ جو منافقین کا گروہ تھا۔ وہ تو پہلے ہی اس جنگ میں شامل نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے احد کی لڑائی کی وجہ سے منافق اور مومن کو بالکل جدا جدا کر دیا۔

اس کے بعد گوجروی صاحب نے " مجاہدین صحابہ و غیر مجاہدین
**گوجروی :** کا فرق و عدم مساوات " یہ عنوان قائم کر کے ذیل کی آیت

لکھی ہے :

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر و المجاہدین فی سبیل اللہ۔

ترجمہ : "نہیں برابر ہوتے بیٹھ رہنے والے مسلمانوں سے بلا کسی عذر کے اور جہاد کرنے والے اللہ کی راہ میں۔"

**رضوان :** اس موقع پر بھی گوجروی صاحب نے پوری آیت نہیں لکھی لیکن جتنی آیت انہوں نے لکھی ہے۔ شیعوں میں جو اہل انصاف ہیں۔ ان سے ہم گزارش کریں گے۔ کہ وہ کم از کم صرف اس کے ترجمہ پر غور کریں۔ اور سوچیں کہ اس آیت سے کیا ثابت ہوا۔ اور گوجروی صاحب نے اس آیت کو بے محل لکھ کر صرف عوام کو مرعوب کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں ؟۔ اس آیت میں ایک اصول بتایا گیا ہے۔ کہ بجز معذوروں کے وہ مسلمان جو جہاد میں بیٹھ رہیں اور وہ مسلمان جو خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی مجاہدین کا درجہ غیر مجاہدین کے مساوی نہیں ہے۔ لیکن یہ امر ذہن میں رکھئے۔ یہاں جہاد کرنے والوں اور بیٹھ رہنے والوں دونوں کو اللہ نے مومن فرمایا ہے۔ اور ان پر کسی قسم کا کوئی عتاب و ناراضگی کا اظہار بھی نہیں فرمایا ہے۔

انصاف سے غور کیجئے۔ اس آیت سے کیا یہ ثابت ہو گیا۔ کہ صحابہ میں منافق بھی تھے ؟ اس آیت میں تو صحابہ کے دونوں گروہوں کو اللہ نے مومن فرمایا البتہ یہ اصول ضرور بتایا کہ مجاہد اور غیر مجاہد کا درجہ ایک نہیں ہے۔ مجاہد کا درجہ غیر مجاہد سے بڑا ہے۔

یہ توضیح ہے آیت کے صرف اتنے ٹکڑے کا مفہوم جو گوجروی صاحب

نے پیش کی۔ اب ہم اس آیت کا دوسرا ٹکڑا پیش کرتے ہیں۔ جو گوجروی صاحب نے چھوڑ دیا تھا۔

| | |
|---|---|
| فَضَلَ اللّٰہ المجٰھدِینَ باموالھم<br>وانفسہم علی القاعدین<br>دَرجۃ وَکُلًّا وَعَدَ اللّٰہُ الحسنیٰ | اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں سے<br>جہاد کرنیوالوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے<br>بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی<br>کا وعدہ کیا۔ |

دیکھا آپ نے قرآن کہتا ہے کہ جو صحابہ جہاد میں شریک ہوئے گو ان کا درجہ شریک نہ ہونے والوں سے بڑا ہے۔ لیکن ہیں دونوں مومن۔ اور ان سب ہی سے اللہ نے وَعَدَ اللّٰہُ الحُسنیٰ بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت مخالف کو کیا مفید ہوئی۔ اس سے تو تمام صحابہ کا خواہ انہوں نے جہاد کیا یا نہیں کیا۔ سب کا مومن مخلص ہونا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ بھی کیا ہے۔

## کیا صحابہ نے جہاد سے گریز کیا؟

اس کے بعد گوجروی صاحب نے صحابہ کا گریز از جہاد

**گوجروی :** "اعتراض برامر خدا" بہ عنوان قائم کرکے یہ آیت لکھی ہے:

| | |
|---|---|
| الم تَرَ الی الذین قِیلَ<br>لھم کفوا ایدیکم وَ اقیموا<br>الصلوٰۃ وَ اتوا الزکوٰۃ<br>فلما کتب علیھم القتال<br>اذا فریق منھم یخشون | کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ<br>ان کو یہ کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں<br>کو روک لو اور نمازوں کی پابندی<br>اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان<br>پر جہاد فرض کر دیا گیا تو قصہ کیا ہوا |

الناس کخشیۃ اللہ او اشد
خشیۃ وقالو ربنا لما کتبت
علینا القتال لولا اخرتنا
الی اجل قریب قل متاع
الدنیا قلیل والاخرۃ خیر
لمن اتقی ولا یظلمون ٥
(سورہ نساء)

کہ ان میں سے ایک فریق لوگوں سے ایسا ڈرتا جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے۔ اے خدا ہم پر تو نے جہاد کیوں فرض کر دیا اور تھوڑی مہلت کیوں نہ دی۔ کہدے دنیا کا فائدہ بہت تھوڑی چیز ہے۔

(صداقت ۵ر جنوری ۵۷ء)

گوجروی صاحب نے یہ آیت بھی بلا سوچے سمجھے لکھ دی ہے

**رضوان** : جو عنوان انہوں نے قائم کیا ہے۔ اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ میں ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے اللہ کے حکم پر اعتراض کیا اور جہاد سے گریز کیا۔

اس کا جواب پہلے ہم مختصر دیں گے اور اس کے بعد تفصیلی گفتگو کریں گے۔ مختصر جواب پہلے اس لئے دے رہے ہیں۔۔۔ تاکہ تفصیلی جواب پڑھنے میں قارئین اصلی جواب کو بھول نہ جائیں۔ ہم تعلیم یافتہ اور منصف حضرات سے گذارش کریں گے۔ کہ وہ ہمارے جواب کو بغور پڑھیں حق ہو تو قبول فرمالیں۔ واللہ یہدی من یشاء۔

مختصر جواب یہ ہے !

۱۔ یہ غلط ہے اور افترار محض ہے کہ بعض صحابہ نے اللہ کے حکم پر اعتراض کیا۔ بلکہ آیت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ بعض صحابہ نے جہاد کی حکمت دریافت کی اور ان کو جواب دیا گیا۔

۲- رہا جہاد سے گریز تو بعض افراد کا جہاد سے گریز کرنا بمقتضائے بشریت تھا لیکن یہ یاد رہے کہ اس جہاد سے گریز کی وجہ سے وہ بعض صحابہ بھی منافق نہیں ہوئے بلکہ مومن ہی رہے۔ جیسا کہ قرآن کی نص صریح سے ہم ثابت کریں گے۔

## تفصیلی جواب :

بعض صحابہ نے حکم خدا پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ جہاد کی حکمت دریافت کی ہے۔ گوجروی صاحب کا یہ کہنا کہ بعض صحابہ نے حکم خدا پر اعتراض کیا ہے۔ یہ قرآن پر افترا خالص ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر بعض صحابہ کا یہ سوال بطور اعتراض ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس پر زجر و توبیخ فرماتا۔ جیسا کہ اللہ کے احکام پر اعتراض کرنے والوں پر اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر زجر و توبیخ فرمائی ہے۔ لیکن اس موقع پر زجر و توبیخ کا نام و نشان نہیں ہے۔ بلکہ ان کو تسکین بخش جواب عطا فرمایا گیا ہے۔ اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی تو تھوڑی ہے اور مجاہد کو اللہ پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔ رہی موت۔ تو یہ ایک ایسی چیز ہے جو بہر حال آنی ہے۔ اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ آدمی پناہ گزین ہو جائے۔

چنانچہ اس سلسلہ کی اگلی آیتوں میں انہی امور کا بیان ہے اور جہاد کی حکمت دریافت کرنے والوں کو تسلی بخش جواب دیا گیا ہے

۲- رہا بعض صحابہ کا جہاد سے گریز کرنا اور موت سے ڈرنا۔ تو یہ خوف طبعی تھا۔ جو انسان کی جبلت ہے۔ کہ موت و ہلاکت سے گھبراتا اور ڈرتا ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو کافر یا منافق قرار دیا جائے۔ اور زبان طعن دراز کی جائے۔ کیونکہ یہ آیت

اس وقت نازل ہوئی تھی۔ جب کہ بدر کی لڑائی میں حاضری کا حکم دیا گیا۔ اس وقت بعض صحابہ جہاد سے گریز کرتے تھے۔ لیکن قرآن نے باوجود اس بات کے کہ ان میں موت سے ڈرنا پایا گیا۔ ان کو مومن قرار دیا اور فرمایا۔

ان فریقاً من المومنین لکارھون

دیکھیے قرآن نے جہاد سے ڈرنے والوں کو مومن فرمایا۔ اب ان کو منافق کہنا صریحاً قرآن کا انکار ہے۔

اور اگر گوجروی صاحب ہماری اس تفسیر کو نہ مانیں تو ان کی تسلی و تشفی اور اہل علم منصف شیعہ حضرات کے اطمینان کے لیے ہم مذہب شیعہ کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ملا فتح اللہ کاشانی شیعی لکھتے ہیں۔

"وخشیتہ ایشان بجہت ضعف بشریت بودند نہ بجہت کراہت امر خدائے تعالیٰ۔ بالطبع از موت"

(خلاصۃ المنہج مطبوعہ ایران جز ۵ ج اول سورہ نسا

ترجمہ: "اور بعض صحابہ کا جہاد سے گریز کرنا یہ ضعف بشریت کی وجہ سے تھا۔ کہ انسان بالطبع موت سے ڈرتا ہے۔ لیکن اللہ کے حکم سے کراہت کی وجہ سے نہ تھا"۔

سبحان اللہ۔ ملا فتح اللہ کاشانی شیعی نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ بعض صحابہ کا جہاد سے گریز کرنا اور سوال کرنا محض بشریت کا اقتضا تھا۔ اللہ کے حکم پر اعتراض اور اس کو مکروہ جاننا نہ تھا۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی گوجروی صاحب عوام کو مغالطہ دیں۔ اور یہ کہیں کہ صحابہ نے حکم رسول پر اعتراض کیا تو یہ ان کی مرضی ہے۔ مگر قرآن تو ان کو مومن کہہ رہا ہے۔ قرآن

لئے جائیں گے۔ اور قیام کا ترک کے معنی میں آنا اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔ فافہم۔

**اعتراض ہشتم:** ضلال کے معنی دین میں گمراہی کے ہیں۔ لہذا حضور جو امور لکھوانا چاہتے تھے۔ وہ ضروریات دین سے شمار ہونے چاہئیں جیسا کہ لن تضلوا بعدی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔

**جواب:** یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو امور حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ وہ دین کے ایسے بنیادی احکام نہ تھے۔ جن کے بغیر دین ناقص یا نامکمل رہ جاتا تو اس سے لن تضلوا کے معنی بھی متعین ہو گئے۔ کہ یہاں ضلال کے معنی دین میں گمراہی کے نہیں ہیں یعنی حضور کا یہ فرمانا کہ — "لاؤ تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے" — اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو امور آپ لکھوانا چاہتے تھے وہ دین کے ایسے بنیادی احکام یا عقائد تھے کہ جن پر امت کی ہدایت یا گمراہی موقوف تھی۔ حضور کے ارشاد کا یہ مطلب لینا آیت قرآنی کی صریح تکذیب ہے۔ کیونکہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم نے تو دین کی تکمیل و اتمام کا اعلان واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل کر دیا تھا اور امت کی ہدایت و گمراہی کے جس قدر امور تھے وہ سب بیان ہو چکے تھے۔ لہذا دین کی تکمیل و اتمام کے بعد حضور کے ارشاد کا یہ مطلب کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امور آپ لکھوانا چاہتے تھے اس پر امت کی ہدایت یا گمراہی موقوف تھی۔ لہذا ضلال کے معنی یہاں دین میں گمراہی کے نہیں ہو سکتے۔ خود لفظ ضلال قرآن پاک میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور ہر مقام پر سیاق و سباق اور دلائل شرعیہ کو سامنے رکھ کر معنی متعین کئے جاتے ہیں لہذا یہاں بھی ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ برادران یوسف ؑ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق کہا۔ ان ابانا لفی ضلال مبین۔ — ہمارا باپ صریح

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کا نام لیا گیا تو حضرت علی پر بھی وہی اعتراض پڑے گا۔ اس لیے وہ عوام کو فریب دینے کے لیے ہر جگہ اور ہر طعن کے موقع پر صرف حضرت عمر کا نام لیتے ہیں تاکہ عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ واقعہ قرطاس کا تعلق صرف حضرت عمر سے ہے۔ مگر حضرت عمر پر اللہ کا فضل و کرم ہے کہ حدیث قرطاس کے الفاظ حضرت عمر پر کسی الزام کو قائم ہی نہیں ہونے دیتے شیعہ سنی دونوں کو تسلیم ہے کہ حاضرین مجلس میں حضرت عمر بھی تھے اور حضرت علی بھی تھے چنانچہ واقعہ قرطاس میں یہ لفظ موجود ہے فتنازعوا۔ وہ آپس میں جھگڑ پڑے جس سے ظاہر ہے کہ حاضرین مجلس آپس میں جھگڑے۔ اسی طرح قوموا عنی کا صیغہ بھی جمع کا ہے جس کے مخاطب بھی تمام حاضرین مجلس ہیں۔ لہذا جو الزام حضرت عمر پر قائم کیا جائے گا وہی تمام حاضرین پر آئے گا جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوں گے۔

یہ تو ہے الزامی جواب۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور کا قوموا عنی فرمانا یا تو ازراہِ نصیحت تھا جس کی تائید لاینبغی کا لفظ بھی کر رہا ہے۔ یا رفع تکرار صحابہ کے لیے تھا یا بسبب ملالت طبع کے تھا۔ جو کسی کے حق میں بھی محل طعن نہیں بن سکتا۔ اگر اس کو محل طعن بنایا جائے گا تو حضرت علی بھی نہیں بچیں گے

ثانیاً — واقعہ قرطاس کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے رفع اصوات کے موقع پر دعونی فرمایا یعنی مجھے چھوڑ دو (کیونکہ اب میں نے کتابت تحریر کا ارادہ ترک فرما دیا ہے) اسی طرح ذرونی اور قوموا عنی کا لفظ بھی آیا ہے۔ لہذا حسب قاعدہ یہاں قوموا عنی کے معنیٰ دعونی کے

باتوں میں سے کوئی ظہور میں نہیں آئی نہ حضور کی آواز پر کسی نے اپنی آواز کو بلند کیا ہے نہ حضور کو ایسے مخاطب کیا جیسے عام لوگوں کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ پھر اعتراض کیسا؟

**ثانیاً** — قرآن نے حضور کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے کی ممانعت کی ہے۔ لیکن حضور کے سامنے "مطلقاً" بلند آواز سے بولنے کی نہ ممانعت کی ہے اور نہ اس کو بے ادبی قرار دیا ہے چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ حضور کی موجودگی میں کوئی سائل آتا اور بلند آواز سے سوال کرتا۔ جنگوں میں نعرے لگائے جاتے تھے۔ صحابہ کرام بحضور نبوی آپس میں مسائل دینیہ پر بحث کرتے تھے، کیا یہ بے ادبی تھی؟ اگر نہیں تو واقعہ قرطاس میں جو آواز بلند ہوئی وہ بے ادبی کیسے ہوگئی؟ اور یہ تو حدیث قرطاس کے الفاظ سے بالکل صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ حضور کی آواز پر حاضرین مجلس میں سے کسی نے آواز بلند نہیں کی اور نہ کسی نے حضور کو مخاطب بنایا۔ حضور تو خاموش تھے۔ البتہ حاضرین اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ اور اختلاف کی وجہ سے بلاقصد و ارادہ اتفاقاً آوازیں بلند ہوگئی تھیں۔ مگر یہ رفع صوت وہ نہ تھا جس کی قرآن نے ممانعت کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحضور نبوی آپس میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ یعنی ترک اولیٰ تھا۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ لاینبغی کا لفظ بھی یہی ظاہر کر رہا ہے۔

**اعتراض ہفتم:** حضرت عمرؓ کے جھگڑا کرنے کو حضور نے ناپسند فرمایا۔ جبھی تو فرمایا قُومُوا عَنِّیْ؟

**جواب:** شیعوں کی شرافت دیکھئے کہ قصہ قرطاس میں صرف حضرت عمر کا نام لیتے ہیں اور باقی حاضرین مجلس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ضلال مبین ہے۔ ظاہر ہے کہ برادرانِ یوسفؑ کافر تھے جو اپنے والد مکرم کو دین میں گمراہ قرار دیتے۔ ان کا اس جملہ سے مطلب یہ تھا کہ یوسف و بنیامین سے حضرت یعقوب بہت محبت کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم یوسف سے زیادہ طاقتور اور قابل ہیں۔ تو یہ ہمارے والد کی سوء تدبیری ہے کہ وہ ہم سے زیادہ یوسفؑ کو چاہتے ہیں۔ غرضیکہ اس آیت میں ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے نہیں بلکہ سوء تدبیر کے ہیں تو اس طرح مذکورہ بالا دلائل شرعیہ کی بنا پر یہاں بھی ضلال کے معنیٰ دین میں گمراہی کے نہیں لئے جائیں گے۔ غرضیکہ لغت عرب میں جیسے ضلال دینی گمراہی کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اس طرح دنیوی امور میں سوء تدبیری کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فافہم منہ۔

**اعتراض نہم:** حضرت عمرؓ نے چاہے حضورؐ کے منشا کو سمجھ کر ہی حَسْبُنَا كتاب اللہ کہا۔ مگر انہوں نے حضورؐ کے حکم کو تو بہرحال رد کر دیا۔

**جواب:** جب آپ یہ بات مان رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کے حکم کی نوعیت کو سمجھ گئے تھے تو ایسی صورت میں اس کو ردِ حکم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے! اگر اس قسم کے امور کو بھی ردِ حکم قرار دیا جائے گا۔ تو پھر تو حضرت علیؓ پر بھی حکم رسول کو رد کرنے کا الزام قائم ہو سکتا ہے۔

۱۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام ایک رات حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کو خواب گاہ سے اٹھایا اور نماز تہجد کی پابندی کی تاکید فرمائی۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا وَاللّٰهِ لَا نُصَلِّي إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ خدا کی قسم ہم ہرگز نماز ادا نہیں کریں گے مگر جو کچھ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے۔ وَإِنَّمَا أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ اور ہمارے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر نماز تہجد کی توفیق دیتا تو پڑھتے۔ جب

حضور نے حضرت علی کا یہ جواب سنا تو حضور ران پر ہاتھ مارتے ہوئے ان کے مکان سے واپس لوٹتے فرماتے تھے۔ وَكَان الانسان اكثر شيءٍ جَدَلاً۔ کہ انسان سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے

دیکھیے حضور علیہ السلام نے نماز تہجد کی تاکید فرمائی۔ اور حضرت علیؓ نے کیا جواب دیا۔ اسی کو اگر کوئی خارجی لے اڑے تو بات کا بتنگڑ بنا کر حضرت علیؓ پر بے شمار سنگین الزام قائم کر سکتا ہے۔ خیر یہ تو بخاری کی حدیث ہے۔ اب شیعہ کی روایت سنیئے۔ جو محمد بن بابویہ نے امالی میں اور دیمی نے ارشاد القلوب میں روایت کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کو سات درہم دیئے۔ اور فرمایا کہ علی کو حکم دینا کہ اس رقم سے اپنے اہل کے لئے غلہ خریدے۔ کیونکہ ان پر بھوک غالب ہے۔ حضرت فاطمہ نے وہ درہم علی کو دیئے اور فرمایا رسول خدا نے حکم دیا ہے۔ کہ اس رقم سے ہمارے لیئے غلہ خریدو۔ حضرت علی وہ درہم لے کر باہر نکلے۔ راستہ میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کون ہے جو ملیی وعدہ پر قرض دے۔ حضرت علیؓ نے وہ درہم قرض دے دیے۔ اس قسم کے متعدد واقعات شیعہ و سنی دونوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جن پر اگر حق پوشی کر کے تبصرہ کیا جائے۔ تو جناب علی مرتضیٰ پر متعدد سنگین الزامات قائم ہو جائیں۔ اسی واقعہ کو لیجیئے کہ حضور اکرم نے تو وہ درہم حضرت فاطمہ و حسنین کریمین پر خرچ کرنے کے لئے دیئے تھے۔ مگر جناب علی نے حضور کے حکم کی پرواہ نہ کی۔ اپنے عیال کی حق تلفی کی۔ مال غیر میں تصرف کیا اور فاطمۃ الزہرہ و حسنین کریمین کو بھوکا رکھ کر حضور کو رنج پہنچایا۔ لیکن چونکہ یہ سب کچھ خلوص اور ایثار کے ماتحت تھا۔ اور حضرت علی جانتے تھے کہ میرے اس ایثار کو حضرت فاطمہ

بلکہ حضور اکرم بھی پسند فرمائیں گے۔ اس لئے ان کے حق میں ان کا یہ عمل وجہ طعن نہ بنا۔ اور نہ کسی نے ان کے اس عمل کو ردِ حکم رسول قرار دیا تو اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور کے حکم کو رد نہیں کیا۔ بلکہ حضور سے انتہائی محبت والفت کا مظاہرہ کیا۔ اور جب تکلیف کی حالت میں حضور نے تحریر لکھوانی چاہی تو جناب فاروق اعظم نے حضور کی تکلیف کا خیال کر کے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ حضور اس وقت تکلیف میں ہیں لہٰذا ایسی حالت میں آپ کو تحریر کی تکلیف کیوں دی جائے۔ غور کیجئے یہ رد حکم ہے یا حضور اقدس کی ذات مقدس کو آرام پہنچانا ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے کے سامنے امور مصلحت کو پیش کرنا یا مشورہ دینا صحابہ کرام اور حضور علیہ السلام کے درمیان ہمیشہ سے ایک معمول بہ طریقہ رہا ہے۔ پس اس واقعہ میں جناب عمر پر رد حکم کا الزام رکھنا انتہائی کج فہمی پر مبنی ہے۔

پندرہ روزہ رضوان لاہور

اہلسنت وجماعت کا مذہبی ترجمان۔ جو ایک عرصے سے پابندی وقت کے ساتھ جاری ہے۔ دینی۔ مذہبی معلومات کے لئے اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ تفسیر القرآن۔ جواہر پارے۔ خاروگل۔ سوال وجواب۔ ترجمہ احادیث۔ بخاری شریف کی شرح اور دیگر مذہبی۔ اسلامی۔ روحانی۔ تاریخی مضامین اس کے مستقل عنوان میں

چندہ سالانہ چھ روپے۔ ششماہی تین روپے آٹھ آنے۔

چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر رسالہ اپنے نام جاری کرا لیجئے۔ یا وی پی کے لئے

پتہ: دفتر رسالہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور

## مکالمہ رضوی و گوجروی

اس کتابچہ میں مشہور شیعہ مبلغ مولوی اسمٰعیل گوجروی و حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر اعلیٰ رضوان کے درمیان ایمان صحابہ و عدالت صحابہ کے عنوان پر دلچسپ تحریری مباحثہ کی روئداد درج ہے۔ حضرت مدیر اعلیٰ نے ان تمام آیتوں کا صحیح مفہوم پیش کیا ہے جنہیں مولوی گوجروی نے صحابہ کے خلاف پیش کیا تھا۔ اور حضرات شیعہ کی معتبر مذہبی کتب کے حوالوں سے گوجروی اعتراضات و الزامات کے دندان شکن جواب دیئے ہیں۔

**قیمت : ۴ - آنے**

## بیعت رضوان

اس کتابچہ میں بیعت رضوان کے عنوان پر شیعہ دار التبلیغ گوجرہ کے رکن مولوی خادم حسین اور حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے درمیان تحریری مناظرہ کی روئداد درج ہے۔ مدیر رضوان نے آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین پر مدلل بحث کرتے ہوئے صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب ثلاثہ کا مومن و مخلص مسلمان اور اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونا ثابت کیا ہے۔ اور خادم صاحب کے اعتراضات کا مسکت دیا ہے۔ نیز خادم صاحب نے خیبر و حنین و خندق وغیرہ غزوات میں صحابہ کرام کے فرار ہونے اور عہد توڑنے کے جو واقعات پیش کئے ہیں۔ ان کا مکمل جواب شیعوں کی معتبر مذہبی کتب کے حوالوں سے دیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا ہے۔ کہ صحابہ کرام اور خصوصاً اصحاب ثلاثہ کسی بھی غزوہ میں نہیں بھاگے۔ اور ہر معرکہ میں ثابت قدم رہے۔ قابل مطالعہ کتاب ہے۔

**قیمت : ۱۰ - آنے**

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور